دیں ۔ وہ حکمرانوں کو اُن کا فریضہ پیہم اور بدستور یاد دِلاتے رہیں ۔ لوگوں کی مُستقل اور بھرپور تربیت اس انداز میں کریں کہ اُن پر اسلامی روایات اور دینی احکامات بطریقِ احسن واضح ہو جائیں ۔ نظریۂ پاکستان کا پرچار کریں کیونکہ پاکستان صِرف اور صِرف اسلام کے عملی نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا تھا ۔ تمام مکاتبِ فکر کے علماء متحد ہو جائیں ———— اور نفاذِ شریعت کے معاملے کو آگے بڑھائیں ۔ دگرنہ جو کچھ ہو چکا ہے اُس کا باقی رہنا بھی مُشکل ہو جائے گا ۔

اُٹھو دگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دَوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کی نعت مری زیست کا سہارا ہے — نبی کا نام مجھے دو جہاں سے پیارا ہے
اگرچہ دور ہوں پھر بھی یقین ہے کامل — کہ ان پہ سارا مرا حال آشکارا ہے
انہی کے دَم سے ہے مری زندگی کی چہل پہل — انہی کے اسمِ معظم نے دل سنوارا ہے
کبھی جو ہستی کی ناؤ اسیرِ موج ہوئی — درودِ پاک نے ساحل پہ لا اُتارا ہے
کسی کو دولتِ دنیا کسی کو جاگیریں — مجھے تو عشقِ نبی پاک کا سہارا ہے

کوئی مقام ہو یونس یا ابتلا کی گھڑی
بنامِ ختمِ نبوّت انہیں پکارا ہے

سید محمد یونس بخاری

بیادِ، شورش کاشمیریؒ

تحریر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

تحریر میں تقریر میں طوفان تھا شورش

"گوری چمڑے والے گورنر کو راستے سے ہٹ جانا چاہیئے۔ وہ ایک گندہ ناٹک کھیل رہا ہے۔ جو کچھ بھی وہ کر رہا ہے۔ ہم اس سے باخبر ہیں۔ وہ ہمارے صوبہ میں خون خرابہ کرانا چاہتا ہے۔ شہید گنج سکھوں نے نہیں گرائی۔ گورنر نے گرائی ہے۔ مسجد تو ہم لے کر ہی رہیں گے۔ آج نہیں تو کل ہم دلّی کے لال قلعہ پر بھی اسلامی پرچم لہرانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔"

شہید گنج تحریک میں مولانا ظفر علی خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ شاہی مسجد میں ایک جلسۂ عام منعقدہ ہوا۔ نوجوان ساتھیوں نے عبدالکریم کو پکڑ کر کرسئی صدارت پر بٹھا دیا۔ ایک انتہائی شرمیلا لڑکا جس کی عمر صرف سترہ سال تھی، شاہی مسجد میں اس پہلی تقریر سے اپنی عظیم زندگی کا آغاز کر رہا تھا۔

پھر چار سال بعد آسمان نے اس نوجوان کو ایک مقدمے کے سلسلے میں عدالت کو للکارتے ہوئے دیکھا:

"میں اس ملک کی آزادی کے نام پر آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کرسی کو خالی کر دیں۔ یہ کرسی ہندوستان کی آزادی کے خلاف، انصاف کا لوحِ مزار ہے۔ آپ اس کرسی پر بیٹھ کر جس قانون کے تحت فیصلے سناتے ہیں، اس قانون نے ہماری قومی غیرت کو کچل ڈالا ہے۔ آیئے! اس قانون، اس انصاف، اس حکومت اور اس نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کریں۔ ہندوستان کی آزادی اپنے لئے کم سے کم یہ مطالبہ ضرور کرتی ہے۔

اب تک آپ نے اس کرسی کا مزہ چکھا ہے۔ اب اس کٹہرے کا شرف بھی حاصل کیجئے۔ آپ اسکی لذت سے آشنا ہو گئے تو آپ کے لئے ہی نہیں آپ کی آئندہ نسلوں کے لئے بھی عزّ و شرف کا باعث ہو گا۔"

سنت رام مینی ۔ اے ڈی ایم ملتان نے آنکھیں جھکالیں اور کہا ۔ "پانچ سال قید بامشقت ۔

شورش مرحوم نے اپنے اس حق گوئی کے جرم کی پاداش میں آزادی سے پہلے دس سال قید میں گزارے پاکستان بننے کے بعد بھی کوئی پانچ دفعہ گرفتار کئے گئے ایک تجزیئے کے مطابق آپ کی زندگی کا ہر پانچواں دن جیل میں گزرا ہے ۔ مگر زندگی کے کسی مرحلے پر بھی پائے استقامت میں لغزش نہ آئی ۔ جاں گداز آلام ومصائب کے باوجود آپ نے ہر دور میں باطل کے خلاف آواز اٹھائی ۔ اور جس بات کو صحیح سمجھا برملا کہا ۔ قادیانی امت ' نام نہاد دانشوروں ، سرکاری کاسہ لیسوں ۔ انجمن ستائش باہمی کے ٹھیکیداروں ۔ مذہب بیزار ترقی پسندوں ، خود فروش ادیبوں شاعروں اور اشتراکی کوچہ گردوں کے تعاقب میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے ۔

شورش کاشمیری ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو منگل کے دن امرتسر میں پیدا ہوئے ۔ نام عبدالکریم تھا ۔ ابتدائی تعلیم دیو سماج ہائی سکول لاہور سے حاصل کی ۔ احسان دانش آپ کے ٹیوٹر تھے ۔ استاد مولوی نیاز احمد نعمانی سے آپ کو تعلق خاطر رہا ۔ چوتھی جماعت میں تھے کہ اخبار " زمیندار " پڑھنے لگے ۔ نویں ، دسویں جماعت میں درسی کتابوں کے علاوہ تمام کتابیں بھی زیر مطالعہ رہیں ۔ کھیلوں میں ہاکی کا کھیل پسند تھا ۔

شورش نے چودہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیئے تھے ۔ اپنے دوست چونی لال کاوش کی تحریک پر الفت تخلص رکھا ۔ بعد میں شورش بن کے رہ گئے ۔ کئی نظموں میں اسرار البصری کا نام بھی استعمال کیا ہے ۔ شاعری میں ابتدائی اصلاح اختر شیرانی سے لی ۔ تاجور نجیب آبادی سے بھی واسطہ رہا ۔ مگر احسان دانش آپ کے ابتدا سے انتہا تک کے استاد ہیں ۔ آپ غزل کی طبیعت لے کر پیدا ہوئے تھے ۔ مگر ادب برائے زندگی کے اصول نے کبھی اس طرف آنے ہی نہیں دیا ۔ خود بیان کرتے ہیں ۔

" ہوش آیا تو قدم عشق کے کوچے میں تھا ۔ جوانی نے غزل کی شمع جلائی ، حالات کے دستبرد نے سیاسی تجربوں کی ویرانیوں سے اٹھا کر گردوپیش کے واقعات پر طنز و تبصرہ کا شاعر بنا دیا ۔ اب صرف اس لئے شعر کہتا ہوں کہ عام لوگوں کو معاشرے کے ان ناسوروں سے نفرت پیدا ہو جو اولادِ آدم کے سینہ سے رِس رہے ہیں ۔ میری شاعری کا یہی مقصد ہے ۔ "

علامہ تاجور نجیب آبادی کی نظر میں " شورش اگر صرف شاعری کا ہو کے رہتا تو بڑے بڑے بددماغ میر تقویوں سے ان کی جگہ خالی کرا لیتا ۔ ماہر القادری کہتے ہیں ۔ " جو اردو دان شورش کاشمیری کو نہیں جانتا ۔ وہ بے ذوق ہی نہیں جاہل و بے خبر بھی ہے ۔ "

معارف اعظم گڑھ کی زبان میں :۔

"آپ اپنے وقت کے ظفر علی خان کہلانے کے مستحق ہیں۔"

شورش بہت زُود گو شاعر تھے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں سب سے زیادہ ترانے آپ نے لکھے۔
شورش کی بلند خیالی، اظہار کی پختگی، چستی اور بندش کے مشاہدے کے لئے یہاں چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

میں کسی فرعون کی طاقت سے ڈر سکتا نہیں
موت کو لبیک کہہ سکتا ہوں مر سکتا نہیں

مغرب کے خداؤں نے مشرق کو دیا کیا ہے
عیاش گھرانوں کے بگڑے ہوئے شہزادے

کتنے ظالم ہیں کہ مجھ کو قتل کرنے کے بعد
میرے سب دشمن عزاداروں میں شامل ہو گئے

عام ہے چاروں طرف ذریتِ ابنِ زیاد
میں ہوں پاکستان کے کوفہ میں دربانِ حسینؓ

کرۂ ارضی کی ہر عنوان سے تذلیل ہے
قادیاں! مابین ہند و پاک اسرائیل ہے
میرا یہ لکھنا کہ ربوہ کی خلافت ہے فراڈ
خواجۂ کونینؐ کے ارشاد کی تعمیل ہے
اہلیہ مرزا غلام احمد کی امّ المومنین؟
ہے کہاں قہرِ خدا؟ قہرِ خدا میں ڈھیل ہے
کیا تماشا ہے پیمبر بن گیا عرضی نویس
گفتنی اجمال ہے ناگفتنی تفصیل ہے

زورِ بیان و قوتِ اظہار چھین لے
مجھ سے میرا خدا میرے افکار چھین لے!
اربابِ اختیار کی جاگیر ضبط کر،
یا غم زدوں سے نعرۂ پیکار چھین لے

رہبر جھوٹے مخبر سچے　　انگریزوں کے کوڑی بچے
رجعت کے پھل لیکن پکے　　دو کوڑی ہے ان کا مول
بول وطن کے ماضی بول
ہم ان کی جاگیر نہیں ہیں　　رہنِ فلکِ پیر نہیں ہیں
یہ اپنی تقدیر نہیں ہیں　　پاؤں تلے ان سب کو رول
بول وطن کے ماضی بول

وزارت کی چوکھٹ ادیبوں کے پھیرے
جبینوں کا سجدہ اندھیرے سویرے!
فقیہانِ امّت، عزیزانِ ملّت!
قلم کار شاعر نہ تیرے نہ میرے!

قادیاں کے زلّہ خواروں کو بچایا جائے گا
غیرتِ اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا
دار کے تختہ پہ کھنچوا دو کہ میں ڈرتا نہیں
جھنگ کے پہلو سے ربوہ کو اُٹھایا جائے گا

آغا شورش نے اپنی صحافتی زندگی کا باقاعدہ آغاز روزنامہ "زمیندار" سے کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے سالک و مہر کے "سیاست" میں بھی کبھی کبھار لکھتے رہتے تھے۔ تاجور نجیب آبادی کے "شاہکار" کے ایڈیٹر رہے۔ پھر روزنامہ "آزاد" سے منسلک ہو گئے۔ اس دوران "الہلال" بمبئی کو افتتاحیہ لکھ کر بھیجتے رہے۔ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو "آزاد" سے علیحدہ ہو کر "چٹان" کا اجراء کیا۔ "چٹان" پر ایک دو سخت مقام بھی آئے۔ اس دوران "انجم" اور "عادل" جاری کئے گئے۔

آغا شورش کے سرمایۂ ادب و صحافت سے بطورِ نمونہ تھوڑا سا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

"خوف ایک ہی ہے اور وہ اللہ کا خوف ہے۔ انسان سے ڈرنا ربوبیت کی توہین ہے۔"

چٹان اور اُس کے ایڈیٹر کو آج تک نہ کسی نے خریدنے کا حوصلہ کیا نہ کوئی جُھکانے پر قادر ہو سکا۔ اور یہ اللہ کی دین ہے ...."

"ہم کسی سے اتفاق کریں یا اختلاف صرف ضمیر کی راہنمائی کو ملحوظ رکھتے ہیں ...... اپنے قلم پر ہم کسی دُوسرے شخص کا حق تسلیم نہیں کرتے۔ ہم اُس وقت تک لکھتے رہیں گے جب تک قلم کی آزادی میسّر ہے۔ ہم حق سے انحراف نہیں کریں گے۔ قلم کو پابزنجیر کرنے کی حماقت کی گئی۔ تو ہم ایسی حماقت کو تسلیم کرنے کے عادی نہیں۔ خواہ کوئی سی قیمت ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ قدرت نے ہمیں قلم اور زبان کا جوہر دیا ہے اور وہ صرف کلمۃ الحق کی پشتیبانی کے لئے۔"

"آج ہر پاکستانی کو اپنے دِل کی تختی پہ نقش کر لینا چاہئیے۔ کہ ہم نہ سندھی ہیں نہ پنجابی نہ بلوچی ہیں نہ پٹھان ـــــ ہم مسلمان ہیں۔ اور پاکستانی ہیں۔ ہم اسلام کے وفادار رہے تو پاکستان رہے گا۔ اور پاکستان رہا تو مسلمان رہیں گے ورنہ ہم تاریخ کے صفحات سے اس طرح محو ہو جائیں گے جس طرح ہسپانیہ کی سرزمین مسلمانوں سے محروم ہو چکی ہے۔"

پاکستان کی ذہنی کربلا میں اسلام حسین رض کی طرح اہلِ کوفہ کے فریب کا شکار ہے۔

"مجھے اُن الفاظ سے عداوت ہے جو درباروں کی گود میں پرورش پا کر انسان کی نفسیاتی غلامی کا باعث ہوتے ہیں ۔"

"میرے لئے تقریر کرنا اور سانس لینا یکساں ہیں۔ الفاظ و مطالب میرے نوکِ زباں اس طرح رہتے ہیں جس طرح عباسی عہد میں اقتدار کی حرم سرا میں لونڈیوں کا ہجوم رہتا تھا۔"

"مجھے وہ شخص کفن پہنائے جس کی غیرت نے کبھی کفن نہ پہنا ہو ۔"

"میرا قلم اس شخص کو دیا جائے ، جو اُس کو تیشہ ، کوہ کن بنا سکے ۔ جس کو لہو سے لکھنے کا سلیقہ آتا ہو ۔"

"میری قبر پر ایک ہی کتبہ لکھا جائے کہ یہاں وہ شخص دفن ہے جس کی تمام عمر عبرتوں کا مرقع رہی ہے ۔"

قید و بند، مسلسل خطابت اور صحافتی مصروفیات کے باوجود شورش مرحوم نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابوں کی شکل میں نثر و نظم کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ تحریک ختمِ نبوت، بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل، اُس بازار میں، اسلام کے غدار، اقبال اور قادیانیت ، اقبال پیامبر انقلاب ، اقبالی مجرم ، پسِ دیوارِ زنداں ، تمغۂ خدمت ، چہرے ، حسین شہید سہروردی ، حمید نظامی ، خطباتِ آزاد ، دہلی چلو ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ، ظفر علی خاں ، شب جائے کہ من بودم ، شورش بنام عبداللہ ملک ، شورش کاشمیری ، ظفر علی خاں ، عجمی اسرائیل ، فنِ خطابت ، فیضانِ اقبال ، قیدِ فرنگ مرزائیل ، موت سے واپسی ، ابوالکلام آزاد ، میاں افتخار الدین ، نورتن ، یورپ میں چار ہفتے ، جذباتِ شورش ، گفتنی ناگفتنی ، چہ قلندرانہ گفتم ، الجہاد و الجہاد ۔

یہ سب کتابیں ادب و تہذیب کے شاہپارے ہیں ۔ وقار انبالوی رقم طراز ہیں :

"جب تک اُردو زبان زندہ ہے ۔ اس کی تاریخ ادب و صحافت اور شعر و سیاست کا کوئی باب شورش کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں کہلائے گا ۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا تھا :

"شورش صحافت میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خان کے تنہا وارث ہیں اور تنہا وارث ——"

رئیس امروہوی ایک خط میں لکھتے ہیں :

"شورش ایک معجزاتی انسان ہیں۔"

احسان دانش نے کہا :

"شورش کاشمیری کی زبان اور قلم دونوں تلوار ہیں۔"

جسٹس ایس اے رحمان کہتے ہیں :

"اُس شخص کو زبان و بیان پر اِس قدر قابو حاصل ہے کہ وہ لوگوں کے دل و دماغ سے کھیلتا ہے۔"

شورش کی انشاء پردازی اور سوانح نگاری سے متاثر ہو کر "نقوش" کے ایڈیٹر محمد طفیل نے اُنہیں اپنے زمانے کا محمد حسین آزاد قرار دیا ہے۔

مولانا ظفر علی خاں نے شورش کے نام ایک خط میں تحریر کیا :

"آپ کو جو تعلق مجھ سے ہو گیا ہے۔ میں اُسے اپنی بہت بڑی خوش قسمتی خیال کرتا ہوں۔"

اُردو زبان کے عظیم مقرر سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری نے پہلی دفعہ شورش کو سُنا تو فرمایا :

"... معلوم ہوتا ہے۔ اس کے حلق میں گراریاں لگی ہوئی ہیں۔ خُدا کا شکر ہے آواز میں غنا نہیں ورنہ ہم لوگ چوکڑی بھُول جاتے۔"

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنے ایک خط میں لکھا :

"شورش صاحب! آپ کو قلم پر قُدرت حاصل ہے۔ پنجاب کو اقبال پر ناز ہے۔ لیکن آپ بھی پنجاب کا فخر ہیں۔"

دوست تو دوست، دشمن بھی آپ کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اُن کی تحریر، اُن کے حریف بھی چٹخارے لے لے کر پڑھتے تھے۔ شورش کے اپنے الفاظ ہیں :

حُسن وہ ہے جس کا سوکن بھی اعتراف کرے۔" اُن کے دشمن اُن کے نام سے اس طرح کانپتے تھے۔ جس طرح اندھیری رات کے تاریک سناٹے میں گنہگار کا دل کانپتا ہے۔

شورش مرحوم میں سب سے بڑی خوبی اور پسندیدہ بات یہ تھی کہ بہ حیثیت ایک شاعر، ادیب صحافی اور مقرر، خدا اور رسولؐ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔